ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.3,Issue No.2(2021)
(April to June)

خط: معنیٰ و مفہوم اور اس کا تاریخی اور تحقیقی مطالعہ

Letters and its Meaning, historical and research study

ایاز علی
لیکچرار شعبہ اُردو، شہید بے نظیر بھٹو یونی ورسٹی، نواب شاہ
پرویز احمد
لیکچرار شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، کنڈیارہ
گل محمد سہتو
لیکچرار، شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، کنڈیارہ

Abstract:

Letter writing is the best means of private communication. By means of this, a person expresses the feelings and emotions of his heart and mind, and makes the other person his speech and like-minded person, and recognizes him as the sole and co-participant of Khabar Wahid, and his emotional and Satisfies natural needs, and compensates for hearing loss. A letter is an expression of a person's true and real feelings. It expresses confidential feelings and emotions, so there is no artificiality or bitterness in it. Only the letter is the only natural genre of literature which reflects the truth. One of the main reasons for the invention of the letter was the people's distance from each other and the problems they faced due to this distance. Therefore, through the letter, man also found a solution to the problems caused by the distance from each other.

Key Words: Letter writing, Literature, Urdu Letters, Abdul Haq, Anwar Sadeed, Galib' Letter, Quran, Anjeel.

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اردو زبان میں ادب لٹریچر (Literature) کا ترجمہ ہے۔ اسے ادبیات بھی کہا جاتا ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں: انسان کے بلند شریفانہ خصائل، تہذیب، حفظ مراتب، کسی کی بزرگی یا عظمت کا پاس، پسندیدہ طریقہ۔ ادبی اصطلاح میں ادب سے مراد ہے؛ وہ علم جو ذہنی شائستگی اور تمدنی تعلقات کی پاکیزگی کا سبب ہو۔ عام طور پر ادب کے لیے چار چیزیں ضروری قرار دی جاتی ہیں: تحریر، تخیل، جذبہ اور حسِ جمالیات۔ ادبی تحریر کے عموماً پانچ مقاصد بتائے جاتے ہیں: وہ تحریر جو جمالیاتی مسرت پہنچائے، قلب و ذہن کو جلا بخشے، خاص نقطہ نظر کی ترغیب دے، معاشرے کی شعوری اور لاشعوری ذہنی کیفیت سے آگاہ کرے اور زندگی میں نئے معنیٰ تلاش کرنے کا جذبہ بیدار کرے۔ ادبی تحریر اور غیر ادبی تحریر کا زاویہ نظر بھی جدا جدا ہوتا ہے۔ ادبی تحریر نہ صرف تخلیق نگار کی ذات کے شعور اور لاشعور کی عکاسی کرتی ہے بلکہ وہ انسانی دلچسپی کے احساسات اور جذبات کا اظہار بھی کرتی ہے اور اسے پروان بھی چڑھاتی ہے، اس وجہ سے ادب کو انسانی زندگی کا عکاس، انسانی زندگی کی تعمیر، انسانی زندگی کی تفسیر، انسانی زندگی کے ضمیر کی آواز، انسانی زندگی کا احیاء اور انسانی معاشرے کے ظاہر اور باطن کا آئینہ کہا جاتا ہے۔

دنیا کی ہر زبان کا ادب دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، نثر اور نظم یا شعر۔ 'نَثْر' عربی زبان کا لفظ ہے۔ اسم صفت ہے۔ واحد ہے۔ مؤنث ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں: پراگندہ۔ بکھرا ہوا۔ تتر بتر۔ وہ عبارت جو منظوم نہ ہو۔ بکھرے ہوئے موتی۔ ادبی اصطلاح میں **وہ تحریر جو مقفیٰ ہو یا مسجع ہو یا مردف** ہو یا عاری؛ یعنی منظوم ہو یا غیر منظوم یعنی منثور ہو؛ لیکن وہ بول چال یا گفتگو کے اصولوں کے مطابق ہو اور اس کا کام صرف انسانی عقل کو بیدار کرنا، ذہن انسانی کو اپیل کرنا اور دماغ کو حیران کرنا ہو؛ بس وہی نثر ہے۔ جب کہ شعر شعور سے ماخوذ ہے، جس کے معنیٰ ہیں: کسی باریک چیز کا جاننا۔ دو ہم وزن مصرعے۔ نَظْم۔ گیت۔ بیت۔ ادبی اصطلاح میں؛ شعر سے مراد ہے؛ وہ معلومات جو قوتِ ادراک، حواس خمسہ اور احساسات کے ذریعے سے حاصل ہوں اور وہ معقولات کی صورت حاصل کر کے، انسانی دل اور دماغ پر اثر کرے، اسے مضطرب بنائے۔ پھر انسانی جذبہ، تخیل اور تعقل کی مدد سے، اسے حسین اظہار کے پیرائے میں، اس طرح بیان کرے کہ سامع اور قاری کا دل بھی اسی طرح مضطرب اور مجذوب ہو جائے، جس طرح شاعر کا دل و دماغ مضطرب اور مجذوب ہوا ہو۔ اصنافِ نثر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے؛ افسانوی اور غیر افسانوی جسے افسانوی ادب اور غیر افسانوی ادب بھی کہا جاتا ہے۔ افسانوی ادب میں داستان، ناول افسانہ اور ڈراما شامل ہے، جبکہ غیر افسانوی ادب میں مضمون، مقالہ، انشائیہ، سفر نامہ، خاکہ، سوانح عمری، آپ بیتی، طنز و مزاح اور خط یعنی مکتوب وغیرہ جیسی اصناف شامل ہیں۔

خط عربی زبان کا لفظ ہے، اسم ہے، واحد ہے اور مذکر ہے۔ اور اس کے معنیٰ ہیں؛ ''نوشہ۔ تحریر۔ لکیر۔ نشان۔ نامہ۔ مکتوب۔ نیا سبزہ جو مرد کے چہرے پر آتا ہے۔ ہاتھ کا لکھا ہوا۔ انداز تحریر۔ اور اس کی جمع ہے؛ خطوط۔ 1۔ خط کو مکتوب بھی کہتے ہیں، جس کے معنیٰ ہیں؛ ''لکھا ہوا۔ لکھا گیا۔ چٹھی، اور اس کی جمع ہے؛ مکاتیب (۲)

اور خط لکھنے والے کو کاتب اور مکتوب نگار کہا جاتا ہے، اور جس کے نام خط لکھا جاتا ہے، اسے مکتوب الیہ اور مکتوب اِلیہ کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاحیں ابلاغ کی متفرق صورتوں کے نام قرار دی گئی ہیں۔

بقول ڈاکٹر سید عبداللہ: ''**عربی** میں رسم تحریر یا تحریر ہی کو 'خط' کہتے ہیں۔ اگرچہ بعد میں ابلاغ کی مختلف صورتوں کے لیے مختلف نام تجویز ہو گئے اور اس صورت خاص کے لیے جس کو خط و کتابت کا مترادف کہا جا سکتا ہے، مکاتیب اور مراسلت وغیرہ کی اصطلاح وضع ہوئی (۳)

مکتوب نگاری نجی طور پر ابلاغ کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے وسیلے سے بھی انسان اپنے قلب و ذہن کے احساسات اور جذبات کا اظہار کرتا ہے، اور دوسرے کو اپنا ہم کلام اور ہم خیال بناتا ہے، اور اسے خبر واحد کا عینی واحد اور شریک کار قرار تسلیم کرتا ہے، اور اپنا احساساتی اور فطری تقاضا پورا کرتا ہے، اور سماعت سے دوری کا ازالہ کرتا ہے۔

عبدالقوی دسنوی کے خیال میں: '' ویسے یہ تو سب جانتے ہیں کہ خط نگاری گفتگو کا بدل ہے اور یہ بات بھی درست ہے کہ خوش گفتاری انھی کے حصے میں آتی ہے جو شخص خوش مزاج ہوتے ہیں ورنہ گفتگو کا سلسلہ نہ تو دراز ہو سکتا ہے اور نہ ہی مسحور کرنے کی صلاحیت اس میں پیدا کی جا سکتی ہے۔ یہی شرط مکتوب نگاری کی بھی ٹھہری ہے (۴)

خط انسان کے حقیقی اور اصلی جذبات کا اظہار ہے۔ اس میں رازدارانہ احساسات اور کیفیات کا اظہار ہوتا ہے، اس لیے اس میں کوئی بھی تصنع اور تکلف نہیں ہوتا۔ بس خط ادب کی واحد فطری صنف ہے جو سچائی کی عکاس ہے۔

بقول مولوی عبدالحق: ''ادب میں سیکڑوں دلکشیاں ہیں اور اس کی بے شمار ادائیں ہیں اور انگنت کھاتیں ہیں۔ لیکن جو خطوط میں جادو ہے (بشرط یہ کہ خط لکھنا آتا ہو) وہ اس کی کسی اداب میں نہیں۔ نظم ہو یا ناول ہو، ڈراما ہو یا کوئی اور مضمون ہو، غرض ادب کی تمام اصناف میں صنعت گری کرنی پڑتی ہے اور صنعت گری کی عمر بہت تھوڑی ہے۔ بناوٹ کی باتیں بہت جلد پرانی اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں۔ صرف سادگی یہی ایک ایسا حسن ہے جسے کسی حال اور کسی زمانے میں زوال نہیں بشرط یہ کہ اس میں صداقت ہو اور ہم میں وہ کون ہے جس کے دل میں سچ کی چاہ نہیں'(۵)، اس لیے انسان نے اپنی فطری حقیقت کو عیاں کرنے کی وجہ سے اس کی ترقی میں ذاتی طور پر بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور ہر دور میں اس کی بقا اور سلامتی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ: ''خط کی ایجاد ذہن انسانی کے دورِ ارتقا کی ایک اہم ایجاد ہے۔ یہ اس کی گوناگون مجبوریوں سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی ترقی میں سعی و جدوجہد کو بڑا دخل ہے''(۶)

انسان نے اسے زبان کا قائم مقام بنا کر پیش کیا، اور اس کی فصاحت اور بلاغت اور حقیقی فطری عکاسی میں کوئی بھی کمی نہیں آنے دی۔ بقول مولوی عبدالحق: ''خطوط کی یہی افتادگی اور بے ریائی ہے جو دلوں کو لبھاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ خطوط سے انسان کی سیرت کا جیسا انداز ہوتا ہے وہ کسی دوسرے ذریعے سے نہیں ہو سکتا۔ خطوط میں کاتب مکتوب الیہ سے بلکہ اکثر اوقات اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے۔ جو خیال جس طرح اس کے دل میں ہوتا ہے اسی طرح قلم سے ٹپک پڑتا ہے۔ (یہی) نہیں بلکہ اپنا دل کاغذ کے ٹکڑے پر نکال رکھ دیتا ہے''(۷)

خط کی ایجاد کا ایک اہم سبب، انسان کا ایک دوسرے سے دور رہنا اور اس دوری کے سبب اسے پیش آنے والے مسائل تھے۔ اس لیے انسان نے خط کے ذریعے سے ایک دوسرے سے دوری کے سبب پیش آنے والے مسائل کا حل بھی تلاش کر لیا۔

خط ملاقات کا ایک ذریعہ ہے۔ اسے بالعموم نصف ملاقات تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی بعض خصوصیات بالمشافہ ملاقات سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ ان میں سے ایک خصوصیت رازداری ہے اور اس کی دوسری خصوصیت ان باتوں کا اظہار کرنا ہے جن کا روبرو بیان کرنا ادب انسانی کے منافی ہے اور وہ باتیں انسان صرف اپنے آپ ہی سے کہنا پسند کرتا ہے۔ اس سبب سے خط صرف ملاقات ہی کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اپنی مخصوص خصوصیات کی بنا پر تاریخ، تہذیب، ثقافت اور انسانی دلی احساسات اور جذبات کا ایک سمندر ہے جو کوزے میں بند کیا جاتا ہے۔ اور کاتب حتی الامکان کوشش کرتا ہے کہ وہ اشارات اور کنایات کے وسیلے سے اس طرح بیان کرے کہ اسے صرف وہ ہی معلوم ہو سکے اور آسانی سے سمجھ سکے جو اس کا مخاطب ہوتا ہے۔ اس لیے خط لکھنے والا اسے فنی خوبیوں سے بھی مزین کرتا رہتا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ: ''خط کا نام جب زبان پر آتا ہے تو ایک پر اَسرار قسم کی جستجو، ایک پر لطف کی گدگدی طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خط کے مطالعے سے مسرور یا متاثر ہونے کا جذبہ انسان کے لیے یکساں ہے، اس لیے دوسروں کے خطوط پڑھ کر ایک حد تک انسان اپنے ہی تجربات کا اعادہ کر رہا

ہوتا ہے۔ پھر جب وہ انسانی مجاز اور دل کے رنگا رنگ تاثرات کی طلسم انگیز بوقلمونیاں دیکھتا ہے تو کسی ادب پارے کی طرح خطوط سے بھی عام انسانی بوالعجبیوں کے مطالعے سے خیال انگیز مسرت نصیب ہوتی ہے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ خط کی بنیادی ضرورت یا بنیادی جذبہ ہم کلامی کی تمنا ہے۔ وہ خط جن کا مخاطب کوئی بھی نہیں ہوتا وہ بھی صورت اور رسم کے اعتبار سے ہم کلامی کی آرزو ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنے ہم کلامی کا جذبہ ہی ان کو وجود میں لاتا ہے۔" 8، خط کی انھی خوبیوں کے سبب اسے ادب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سارے خط لکھنے والے اس خوبی سے کے حامل نہیں ہوتے اور ان کا لکھا ہوا خط تاریخ کا حصہ تو بن سکتا ہے مگر ادبی تقاضائیں پوری نہ ہونے کی وجہ سے وہ ادب کا نہیں بن سکتا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ: "خط نگاری کے فن کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کی یہ سب سے آسان فن ہے، جو ہر شخص کے لیے سہل الحصول ہے، جو اس کا قصد کرے۔ مگر تعجب انگیز بات یہ ہے یہی آسان ترین فن نازک ترین فن بھی ہے۔ کیونکہ اس میں فنی نزاکتوں کی نمود کچھ اس طرح کی مشکل شے ہے جیسے کوئی شے عدم سے وجود، اس لیے خط نگاری ادب کے دوسرے شعبوں کے برعکس اصلاً ادب نہیں ہے، بلکہ ایک میکانکی اور افتادی عمل ہے"(۹)

ڈاکٹر سید عبداللہ: "خط نگاری کے فن کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کی یہ سب سے آسان فن ہے، جو ہر شخص کے لیے سہل الحصول ہے، جو اس کا قصد کرے۔ مگر تعجب انگیز بات یہ ہے یہی آسان ترین فن نازک ترین فن بھی ہے۔ کیونکہ اس میں فنی نزاکتوں کی نمود کچھ اس طرح کی مشکل شے ہے جیسے کوئی شے عدم سے وجود، اس لیے خط نگاری ادب کے دوسرے شعبوں کے برعکس اصلاً ادب نہیں ہے، بلکہ ایک میکانکی اور افتادی عمل ہے۔ خط نگاری ادب کے دوسرے شعبوں کے برعکس اصلاً ادب نہیں ہے، بلکہ محض ایک ضروری اور افتادی عمل ہے۔ خط نگاری خود ادب نہیں۔ لیکن جب اس کو خاص ماحول، خاص مزاج، خاص استعداد، خاص آن، خاص کھڑی، اور خاص ساعت میسر آجائے تو یہ ادب بن سکتے ہیں۔ خط کو ادب بنانے کا کام بہت مشکل ہے۔ یہ شیشہ گری ہے شیشہ گری اور پھر آئینہ ساز ہو کر بھی کم ہی لوگ ایسے ہونگے جو سچ مچ ایسا آئینہ ڈھال سکتے ہونگے جس کے جلوے خود تقاضائے نگاہ بن جائیں اور بہر نظارہ اپنے جوہر کی ہر ادبی فکر کو مژگام بنادیں۔'(۱۰)

بقول ڈاکٹر انور سدید خط لکھنا جبلی اور فطری عطا ہے۔ یہ وہبی قوت ہر ایک کے لیے میسر نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ڈاکٹر انور سدید: "مکتوب نگار، ادیب، شاعر یا عالم ہو تو خط کی نوعیت یکسر تبدیل ہو جاتی ہے، اور یہ محض فراہمی اطلاع کا پرزہ نہیں رہتا بلکہ ادیب کے ہیاں خانہ خیال تک رسائی حاصل کرنے میں بھی معاونت کرتا ہے۔ چنانچہ اچھا خط لکھنا ایک جبلی عطیہ ہے اور ایک ایسی وہبی قوت ہے جسے روبہ عمل لانے کی صلاحیت چیدہ چیدہ لوگوں کو ہی عطا ہوتی ہے"(۱۱)، بعض ادبا خط کو ادب کا حصہ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس کا سبب خط کو انسان کا نجی اور ذاتی فعل گردانتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید نے بھی یہی بات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ڈاکٹر انور سدید: "خط نگاری انسان کا نجی فعل ہے۔ اس لیے اسے باالعموم فن کا درجہ نہیں دیا جاتا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ فن شخصیت کا پردہ ہے۔ لیکن خط کسی پردے کو قبول نہیں کرتا۔ فن ابلاغ عام کا تقاضا کرتا ہے لیکن خط شرکت عام سے گریز کرتا ہے"(۱۲)، چونکہ خط انسان کے حقیقی

احساسات اور جذبات کا اظہار ہوتا ہے، انھیں بیان کرنے میں انسان دلی سکون اور روحانی مسرت حاصل کرتا ہے، اور احساسات، جذبات، دلی سکون اور روحانی مسرتیں حدود سے ماوراہیں، اور جو چیزیں حدود سے ماوراہوتی ہیں ان کے ناپنے کا کوئی آلہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے خط بھی انسانی زمان و مکان کی حدود سے ماوراہوتا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ: ''لحاظہ مستقل شاہکا بننے کے لیے دانش و بینش کے علاوہ خط میں کچھ وہ چیز بھی ضروری ہے جس کو آدمیت کا رنگ آشنائی کہا جاسکتا ہے تاکہ ہر مطالعہ کرنے والے کو یہ محسوس ہو کہ اس خط میں کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جن سے اس کی روح مانوس اور شناسا ہے۔ یہی وہ روحانی آشنائی ہے جو ہر اونچے ادب کو زمان و مکان کی حدود سے وسیع کرتی ہے۔ خط میں بھی یہی روحانی آشنائی مطلوب ہے''(۱۳)

خط و کتابت کی متعدد قسمیں ہیں۔ جیسے؛ شخصی خطوط۔ عمومی خطوط۔ رسمی خطوط۔ کاروباری خطوط۔ عرضی خطوط یا درخواست۔ سرکاری خطوط۔ انھیں سیاسی، دفتری، تجارتی، کاروباری، اطلاقی، علمی، معلوماتی، اور جذباتی خطوط بھی کہا جاتا ہے۔ شخصی خطوط: اپنے والدین، عزیز و اقارب، رشتے داروں، دوستوں، دشمنوں اور اجنبی انسانوں کے نام لکھے گئے خط، سراسر ذاتی اور نجی معاملات پر مشتمل ہوتے ہیں، ایسے خطوط کو 'شخصی خطوط' میں شمار کیا جاتا ہے۔ عمومی خطوط: ایسے خطوط جن کا موضوع نجی اور ذاتی نہیں ہوتا ہے، ان کا مکتوب الیہ تو فرد واحد ہوتا ہے، لیکن ان کا موضوع ذاتی نہیں ہوتا بلکہ ان کا موضوع عمومی، اجتماعی، معاشرتی، ملکی، اور عوامی مسائل ہوتے ہیں؛ جیسے اخبار کے ایڈیٹر کے نام خط، جو ہائیڈ پارک وغیرہ میں شایع ہوتے ہیں، یا سپریم کورٹ کے نام خط؛ ایسے خطوط بظاہر نجی اور ذاتی شخصی خطوط ہیں لیکن وہ ایک طرح سے غیر شخصی خطوط ہیں، ایسے خطوط کو عمومی خطوط میں شمار کیا جاتا ہے۔ رسمی خطوط: رسمی خطوط بھی عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ شادی بیاہ، علمی، ادبی، تعزیتی، سیاسی، ثقافتی، اور سماجی تقریبات کے دعوت نامے رسمی خطوط میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان میں تمام خطوط میں مدعوعین یا مکتوب الیہ جہاں ایک فرد بھی ہوتا ہے، وہاں ایک فرد کے بجائے انجمنیں، ادارے، تنظیمیں وغیرہ ہوتی ہیں، ان میں سبھی کو چند ایک جیسے رسمی آداب والقابات سے مخاطب کیا جاتا ہے، اور انھیں رسمی تقریب میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ کاروباری خطوط: ایسے خطوط جن کا موضوع کاروباعی نوعیت کا ہوتا ہے، ایسے خطوط کو کاروباری خطوط میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان خطوط میں ضروری نہیں ہے کہ گاہک کوئی شیز خریدنے کے لیے خط لکھے، اس میں کوئی ایک ادارہ یا کوئی ایک صنعتکار یا تاجر اپنی قابل فروخت اشیا کی تفصیلات، اپنی لیٹر پیڈ پر یا اپنے ہاتھ سے کسی کاغذ پر لکھ کر، بذریعہ ڈاک مختلف افراد یا اداروں یا دکانداروں کو ارسال کرتا ہے۔ کاروباری خط کا انداز دلچسپ اور دل کشا ہوتا ہے۔ ان کا انداز بیان جاندار ہوتا ہے۔ عرضی خطوط یا درخواست: عرضی یا درخواست بھی ایک طرح کا خط ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں؛ اس میں درخواست کسی فرد کو نہیں بلکہ کسی عہدہ دار کو یا کسی ذمہ دار شخص کو لکھی جاتی ہے؛ جیسے کسی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ملازمت کرنے کے لیے لکھی گئی درخواست، پرنسپل صاحب کو کالج کے معاملات پر لکھی گئی ذاتی یا غیر ذاتی مسائل پر مشتمل کالج کے ملازمیں کی طرف سے یا شاگردوں کی طرف سے یا والدیں کی طرف سے لکھی گئی درخواست، کسی عہدہ دار یا ذمہ دار فرد کے نام لکھی گئی درخواست، جہاں مکتوب الیہ کا شخصی نام لکھنے کی بجائے، اس کے عہدے اور ادارے کا نام لکھا جاتا ہے، ایسی درخواستیں عرضی خطوط میں شمار کی جاتی ہیں۔ سرکاری خطوط: وہ خطوط جن کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے سرکاری ادارے یا غیر سرکاری ادارے یا سرکاری شعبے یا حکومتی

اداروں سے ہوتا ہے، ایسے خطوط کو سرکاری خطوط میں شمار کیا جاتا ہے۔ سرکاری خطوط کا انداز روایتی، یکساں، مقررہ کردہ ہاتا ہے، ان میں جدت تلاش کرنا ناممکن ہے۔ سرکاری خطوط بندھے ٹکے اصول اور جملوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ سرکاری خطوط میں: سب سے پہلے اس دفتر یا ادارے یا شعبے کا نام درج کیا جاتا ہے، جہاں ہے خط لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد حوالہ نمبر یا اندراج نمبر اور تاریخ درج کی جاتی ہے۔ اس کے بعد مکتوب الیہ یا اس محکمے یا اس ادارے کا نام درج کیا جاتا ہے، جسے خط بھیجا جاتا ہے۔ اس کے بعد خط کا موضوع یا عنوان ہوتا ہے۔ اس کے بعد آداب و القاب؛ سرکاری خطوط کے آداب و القاب دو طرح کے ہوتے ہیں: بالا افسر کے لیے آداب و القاب اور ماتحت افسر کے لیے آداب و القاب۔ اس کے بعد نفس مضمون یا موضوع کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس کے بعد مکتوب نگار کا دستخط، مہر، نام، عہدہ لکھا جاتا ہے۔ نوٹ: خطوط کی یہ تقسیم قطعی اور حرف آخر نہیں ہے۔ ابتدا میں اردو میں خط مسجع مرصع مقفیٰ پر تکلف عبارت آرائی ہوتے تھے غالبؔ نے اسے سادہ نویسی سے آراستہ کیا۔ اسی نے خط کو مکمل ملاقات بنا دیا۔

چٹھی کی اصطلاح بھی خط کے مترادف کے طور پر اردو زبان میں مروج ہے۔ یہ اصطلاح بھی اپنے سارے مترادفات کے معانی دیتی ہے۔ اب چٹھی سے مراد سرکاری خط لیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ کے بقول: ''خط و کتابت کی بیسیوں اقسام ہیں۔ مثلاً: سیاسی، دفتری، تجارتی، کاروباری، عام معمولی اطلاقی، علمی اور معلوماتی، شخصی، جذباتی، خیالی وغیرہ وغیرہ''۔ (ڈاکٹر سید عبد اللہ، ''اردو خط نگاری''، مضمون مشمولہ 'نقوش'، مکاتیب نمبر، جلد اول، شمارہ ۶۵ اور ۶۶، سالِ اشاعت ۱۹۵۷، صفحہ نمبر ۱۷)

اور مرزا محمد منور کے بقول: ''مکتوبات نگاری بھی دو طرح کی ہے۔ ایک رسمی اور ایک خاص۔ رسمی مکتوب نگاری سرکاری بھی ہے اور کاروباری بھی۔ خاص مکتوب نگاری میں عزیزوں اور دوستوں سے خطاب ہوتا ہے۔ اس نوع خاص کو عربی میں اخوانیات کہتے ہیں۔''(۱۴)

بعض تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ اہل دانش کے بشوق خط لکھنے کی روایت قدیم اور اُس وقت سے ہے جب تحریر معرضِ وجود میں نہیں آئی تھی۔ اور بعض کا خیال ہے مکتوب نگاری عہد جدید کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود تحریر کی تاریخ۔ اور یقینی طور پر انسان اس تخلیق میں ابتدا سے ہی کامیابی سے ہم کنار ہوا ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ چار ہزار برس قبل چین میں پہلا خط لکھا گیا، لیکن یہ محض ایک مفروضہ ہے اور اس کا کوئی بھی ثبوت اور مسودہ دستیاب نہیں ہے۔ البتہ 1887ء میں عراق کے ایک مقام **Tel Alsamarna** میں ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے کھدائی کی، تو انھوں نے اس مقام پر 300 کے قریب مٹی کی تختیاں دریافت کیں۔ ان تحریروں پر تحقیق کے بعد ماہرین نے انھیں خطوط قرار دیا ہے، جو مصر کے فرعونوں کے نام لکھے گئے تھے۔ ان خطوط کے تحریر کا زمانہ تین ہزار سال قبل کا بتایا جاتا ہے، اور وہ سریانی زبان میں لکھے گئے تھے۔ ماہرین ارضیات نے 66 ق م پرانی مٹی کی 22 ہزار الواح (کلے ٹیبلیٹ) کا پتہ لگایا۔ جس جگہ کھدائی کی گئی اس جگہ کو آشور بنی پال کا محل بتایا گیا۔ یہ مٹی کی تختیاں برٹش میوزیم میں آج بھی محفوظ ہیں۔ 'اسلامی کتب خانے' کے مصنف الحاج محمد زبیر نے لکھا ہے کہ 'ان تختیوں پر خط پیکانی میں مذہبی امور، شاہی احکامات اور خطوط کے اندراجات وغیرہ کندہ تھے، بابل میں مٹی کی تختیوں پر لکھنے کی ابتدا حضرت مسیح سے دو ہزار چار سو برس پہلے ہوئی تھی''۔ ان کے علاوہ قرآن مجید میں ایک خط کا ذکر ملتا ہے، جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک یمن کی ملکہ سباء کے نام لکھا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے

مُسخر کر دیا تھا۔ انہیں جانوروں کی بولیوں سے آگاہی عطا کی تھی، وہ ان کے تابع تھے، جنات بھی ان کے تابع کر دیے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات، چرند پرند اور دیگر جانور بھی موجود ہوا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ پرندہ 'ہُدہُد' کے سر پر جو تاج ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دی ہوئی نشانی ہے۔ یہ ہدہد ہی تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکہ سباء (بلقیس) کے پاس لے کر گیا۔ قرآن کریم کی سورۃ النمل (27)، آیت 28 میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ انجیل میں بھی بہت سے خطوط ملتے ہیں: "پولس رسول روم کی کلیسا سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے اور تیاری کر رہا تھا۔ اس نے یہ خط اس ملاقات کی راہ تیار کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ کچھ عرصہ وہاں کے مسیحوں کے درمیان کام کرے اور پھر ان کی مدد سے ہسپانیہ چلا جائے۔ اس خط میں وہ بیان کرتا ہے کہ میں مسیحی ایمان کو کیا سمجھتا ہوں اور مسیحوں کی زندگیوں کے لیے عملی مضمرات کیا ہیں۔"(۱۵)

ماہرین تاریخ اور تحقیق کے مطابق قبل مسیح دور کے ایک شام اوڈیسی کے تخلیق کار 'ہیومر" کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ 'یونان' میں خطوط لکھنے کا بھی رواج تھا۔ تحقیقات سے یونان کے بعض مکاتیب خاص طور پر افلاطون اور ارسطو وغیرہ کے خطوط کا بھی پتا چلتا ہے۔ ساتھ ہی یونانی تہذیب کے بعد 'رومن تہذیب' کے عظیم شاعر سیسرو (Sissroo) کے مکاتیب لاطینی زبان میں ملتے ہیں۔ اسی دور کے ہیورلیس Hurales کے تعلق سے تحقیقات ہوئی ہیں کہ اس نے سب سے پہلا منظوم خط لکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں مثلاً سینٹ پال، سینٹ پیٹرس و دیگر خطوط بھی یونانی زبان میں ملتے ہیں۔ ایران میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ساڑھے پانچ سو برس قبل "سائیرس مانس" نامی بادشاہ نے خطوط لکھے تھے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ: "اسلامی تہذیب نے اپنے دور میں مکاتیب مراسلت کو اس درجہ اہمیت دی کہ قدیم زمانے میں ادب و انشا کی تکمیل کی بنیاد ہی اچھی خطوط نویسی پائی۔ جو شخص اس زبان و بیان سے کامل شناسائی رکھتا تھا جس کا تعلق دوسروں کے دل و دماغ سے ہے یا جو شخص ان آداب و رسوم سے زیادہ واقف ہوتا تھا، جن کا تعلق روابط و تعلقات کی گوناگون نوعیتوں سے ہے، اس کو اسلامی ادوار میں اکتسابات و فضائل کے لحاظ سے شائستہ ترین آدمی سمجھا جاتا تھا اور وہ سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔"(۱۶)

انگریزی میں Jame Hall کو مکتوب نگاری کا باوا آدم کہتے ہیں حالانکہ Ferry Queen نامی مشہور انگریزی نظم کے شاعر Edmand Spencer کے خطوط سولہویں صدی عیسوی میں لکھے گئے ہیں۔ Charles lane, Kids اور Shally یہ انگریزی میں رومانی دور کے انتہائی اہم اور مشہور مکتوب نگار ہیں۔ اس کے بعد Browny کے نام کو اہمیت حاصل ہے۔

جہاں تک اردو کا تعلق ہے، اردو میں مکتوب نگاری کی ابتدا کے بارے میں بھارت کے ادیب پروفیسر قمر منصور نے اپنے مضمون "مکتوب نگاری کی روایت" میں لکھا ہے کہ "اردو میں مکتوب نگاری کا رواج فورٹ ولیم کالج کے قیام سے بھی پہلے سے تھا۔ عام طور پر رجب علی بیگ سرور اور غلام غوث بے خبر کو اردو کا پہلا مکتوب نگار کہا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر لطیف اعظمی نے اپنے مقالے 'اردو مکتوب نگاری' میں بعد از تحقیق یہ بات ثابت کی ہے کہ کرناٹک میں

ارکاٹ کے نواب والا جاہ کے چھوٹے بیٹے حسام الملک بہادر نے اپنی بڑی بھابی نواب بیگم کے نام 6 دسمبر 1822 کو خط لکھا تھا۔ ڈاکٹر لطیف اعظمی کی تحقیق کے مطابق یہ اردو کا پہلا خط ہے۔

خلیق انجم نے اپنے مضمون ''غالب اور شاہانِ تیموریہ'' میں جان طپش (م 1814ء) اور راسخ عظیم آبادی (م 1822ء) دونوں کی باہمی مراسلت کا تذکرہ کیا ہے اور دونوں کے خطوط دریافت بھی ہوئے ہیں یعنی ظاہر ہے یہ خطوط 1814ء سے پہلے کے ہیں تو ان کی قدامت ثابت ہو جاتی ہے۔ پروفیسر ثریا حسین کی تحقیقی تصنیف ''گارساں دتاسی اردو خدمات اور علمی کارنامے'' میں انہوں نے دتاسی کی کتاب ''ضمیمۂ ہندوستانی کی مبادیات'' کا تعارف کروایا اس میں گارساں دتاسی نے اردو کے 18 خطوط شامل کئے ہیں جو ہندوستان کے مختلف علاقوں سے لکھے گئے۔ اس میں قدیم ترین خط جنوری 1810ء کا ہے۔ مکتوب نگار افتخار الدین علی خان شہرت (جو کبھی فورٹ ولیم کالج میں ملازم تھے) ہیں جبکہ مکتوب الیہ کوئی منشی ہے۔ علاوہ ازیں حیدرآبادی شاعر شیر محمد خان ایمان کی کلیات 1806ء میں شائع ہوئی جس میں ایک منظوم خط ہے جو کسی نثری مکتوب کے جواب میں ہے۔ مزید یہ کہ ایمان سے بھی بہت پہلے یعنی 1761ء میں حیدرآباد کے دو منصب دار مرزا یار علی بیگ اور میر ابراہیم جیوان دونوں کے ایک دوسرے کے نام منظوم خطوط دریافت ہوئے ہیں جو 1761ء میں لکھے گئے۔ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد کے کتب خانے میں یہ خطوط محفوظ ہیں۔ لہٰذا اردو مکتوب نگاری کی قدامت ابھی بھی تحقیق طلب ہے اور حتمی طور پر آج بھی یہ کہنا مشکل ہے کہ کونسا اردو کا خط اولین خط ہے کیونکہ اردو کی اولین قدیم دکنی مثنویوں میں لکھے گئے فرضی خطوط بھی مراسلت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

اردو مکتوبات نگاری کو اہمیت غالب کی مکتوب نگاری سے حاصل ہوئی اگرچہ غالب سے پہلے 1886ء میں مرزا رجب علی بیگ سرور نے ''انشائے سرور'' کے نام سے مجموعہ مکاتیب شائع کیا ہے۔ ان خطوط کی عبارت بھی فسانہ عجائب ہی کی طرح ہے۔ بعد ازاں خواجہ غلام غوث بے خبر کے دو مجموعہ کاتیب ''فغان بے خبر'' اور ''انشائے بے خبر'' شائع ہوئے۔ سرور غالب اور بے خبر، تینوں ہی ہم عصر تھے۔ بے خبر کے بعض خطوط سرور کی طرح مسجع اور مقفیٰ ہوتے تھے اور بعض غالب کی طرح انتہائی سادہ۔ اسی لئے بعض لوگ سادہ مکتوب نگاری کے معاملے میں بے خبر کو غالب کے بجائے اولیت دیتے ہیں۔۔ غالب اردو کے سب سے بڑے مکتوب نگار ہیں۔ انہوں نے خط کو آدھی ملاقات قرار دیا اور مراسلے کو مکالمہ بنادیا، وہ شاعری میں جس قدر مشکل پسند تھے مکتوب میں اتنے ہی سادہ اور سہل نگار تھے۔ ان کے بے شمار خطوط دستیاب ہوئے ہیں اور کئی مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ''عودِ ہندی''، ''اردوئے معلی''، ''مکاتیب غالب''، ''مہر غالب'' وغیرہ وغیرہ۔

غالب کے بعد مکتوب نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی، جسے اردو نثر کی ایک باضابطہ صنف سمجھا جانے لگا۔ ان کے بعد سر سید احمد خان کے خطوط کا مجموعہ ''مکاتیب سر سید'' کے نام سے شائع ہوا۔ مولانا حالی کے خطوط کا مجموعہ ان کے فرزند خواجہ سجاد حسین نے 1925ء میں مکاتیب حالی کے نام سے شائع کیا۔ اب ''مکاتیب حالی'' مرتبہ اسماعیل پانی پتی موجود ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کے مکاتیب ''مکاتیب شبلی'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ایک جلد میں علماء و مشاہیرین کے نام خطوط ہیں اور دوسری جلد میں عطیہ بیگم اور زہرہ بیگم کے نام خطوط ہیں۔ مولانا آزاد کے مکاتیب ''غبار خاطر'' کے

نام سے شائع ہوئے ہیں۔ صفیہ اختر کے خطوط "زیر لب" کے عنوان سے شائع ہوئے۔ مختصر یہ کہ مکتوب نگاری نے نثر کی ایک صنف کی حیثیت سے ادب میں جگہ پائی ہے۔ البتہ اردو میں مکتوب نگاری کی قدامت ہنوز تحقیق طلب ہے

چونکہ اردو زبان میں مکتوب نگاری کو بہ طور صنف ادب متعارف کرانے میں اولیت کا اعزاز مرزا رجب علی بیگ سرور کو ملتا ہے۔ تاریخ ادب اردو میں اگرچہ یہ خطوط اپنی قدامت اور اولیت کی بدولت قابل ذکر ہیں لیکن تخلیقی اعتبار سے یہ خطوط اسلوب کی چاشنی اور موضوعاتی تنوع کا کوئی قابل قدر پہلو سامنے نہ لا سکے تاریخ ادب اردو سے دلچسپی رکھنے والے قارئین ادب اس حقیقت سے بہ خوبی آگاہ ہیں کہ اردو زبان میں مکتوب نگاری کو بہ حیثیت ایک ہر دل عزیز صنف ادب متعارف کرانے کا سہرا مرزا اسد اللہ خان غالب (1797-1869) کے سر ہے۔ مرزا اسد اللہ خان غالب کے مکاتیب گلشن اردو میں تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوئے، جن کی عطر بیزی سے صحن چمن مہک اٹھا اور اس صنف ادب کی مہک سے آج بھی قریہء جاں معطر ہے۔ غالب نے اردو میں مکتوب نگاری کا آغاز 1846 یا 1848 کے دوران کیا۔ اس طرح اردو زبان کو اس مکتوب نگاری کے اعجاز سے نئے آفاق تک رسائی کی نوید ملی۔ غالب کی مکتوب نگاری اردو نثر کے فروغ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے دلکش اسلوب سے غالب نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا۔

مشاہیر کے مکاتیب تاریخ، تہذیب، ثقافت اور درخشاں اقدار و روایات کے امین ہوتے ہیں۔ غالب نے اپنے مکاتیب میں اپنی دلی کیفیات، سچے جذبات اور حقیقی احساسات کے اظہار کے لیے جس طرز خاص کا انتخاب کیا وہ بعد میں آنے والوں کے لائق تقلید بن گئی۔ یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ ہر صنف ادب میں رنگ، خوشبو اور حسن و خوبی کے بے شمار استعارے، لاتعداد رنگینیاں، رعنائیاں، دلچسپیاں اور دلکشیاں موجود ہوتی ہیں۔ ہر زیرک تخلیق کار جب قلم تھام کر مائل بہ تخلیق ہوتا ہے تو اپنے افکار کی جولانیوں سے وہ مسحور کن فضا پیدا کرتا ہے جس کا کرشمہ دامن دل کھینچتا ہے۔ مطالعہ ادب سے کارزار ہستی کے بارے میں متعدد نئے امکانات، ارتعاشات اور ممکنات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ادب کے وسیلے سے راحتیں، چاہتیں، وفا اور جفا، ہجر و فراق، منزلیں اور راستے، نشیب و فراز اور طرز فغاں کے متعلق لاشعور کی توانائی کو متشکل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ہر صنف ادب کی دلکشی اپنی جگہ لیکن جو تاثیر، بے تکلفی اور مسحور کن اثر آفرینی مکاتیب میں پنہاں ہے اس میں کوئی اور صنف ادب اس کی شریک و سہیم نہیں۔ ادب میں مشاہیر کے مکاتیب کا اعلیٰ مقام ہے۔ عبد الرحمٰن چغتائی نے غالبؔ کی مکتوب نگاری کو غالبؔ کی شاعری سے کہیں اعلیٰ درجہ کی تخلیق قرار دیا ہے۔ بقول غالبؔ "بے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر کوئی پیغام زبانی اور ہے مرزا غالبؔ بجا طور پر اردو مکتوب نگاری کے دولھا تصور کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ غالبؔ سے پہلے غلام غوث بے خبرؔ اور رجب علی بیگ سرور کے مکتوبات تاریخ کا حصہ ہیں۔ مرزا غلام غوث کا مجموعہ "انشائے بے خبر" اور "فضان بے خبر" منظر عام پر آ چکے تھے، جب کہ رجب علی بیگ سرور کے مکتوبات کا مجموعہ "انشائے سرور" تھا"۔ خطوط نگاری میں مولانا آزاد کا مقام بھی بلند ہے۔ "غبارِ خاطر" ان کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جسے مالک رام نے مرتب کیا، یہ مجموعہ ہندوستان سے 1983ء میں شائع ہوا۔ 'غبار خاطر' مولانا آزاد کی ایک اچھوتی تخلیق ہے۔ طرز تحریر کے باعث علم و دانش نے اس تخلیق کو مضامین کا مجموعہ بھی کہا لیکن مولانا نے انہیں خطوط ہی قرار دیا ہے۔ یہ خطوط کم انشائیے زیادہ ہیں اور انشائیوں کا بہترین نمونہ بھی۔ یہ خطوط مولانا آزادؔ نے احمد نگر جیل میں قید کے دوران 10 اگست 1942ء سے جون 1945ء کے درمیان تحریر کیے تھے۔ ان خطوط کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مولانا نے یہ

خطوط اپنے دوست نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ کے نام ہی لکھے۔ مولانا آزاد کے ان مکتوبات کو مکتوب نگاری میں منفرد مقام حاصل ہے۔ غالبؔ کے مکتوبات کی تدوین کئی احباب نے اپنے اپنے طور پر کی۔ عود ہندی، اردوئے معلّٰی، مکاتیب غالبؔ کا ذکر ملتا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک مجموعہ 1919ء میں مرزا عسکری نے مرتب کیا تھا جو لکھنؤں سے نظامی پریس نے شائع کیا تھا۔ اس کے علاوہ مولانا امتیاز علی خان عرشی نے پہلی بار 'مکاتیبِ غالبؔ' کے عنوان سے غالبؔ کے خطوط کو تاریخ وار ترتیب دیا جو 1949ء میں شائع ہوا تھا، آفاق حسین آفاقؔ کا مرتب کردہ مجموعہ 'نادرات غالب' 1949، غلام رسول مہر کا مرتب کردہ مجموعہ 'خطوط غالبؔ' شائع ہو چکے ہیں۔

ان کے علاوہ قاضی عبد الودود اور مالک رام کا نام بھی غالبؔ کے مکاتیب کے حوالے سے معتبر اور تاریخ میں نمایاں ہے۔ غالبؔ کے مکاتیب کے حوالے سے ہندوستان کے معروف ادیب و دانشور ڈاکٹر خلیق انجم کو غالبؔ پر اعلا درجے کی تحقیق کرنے والوں میں شمار کیا جات ہے۔ اس موضوع پر ان کی اولین کاوش ''غالب کی نادر تحریریں'' تھی اس کے بعد ''غالب اور شاہان تیموریہ'' 1974ء میں اور ''غالب کچھ مضامین'' منظر عام پر آئیں۔ مکاتیبِ غالبؔ کے حوالے سے ڈاکٹر خلیق انجم کی قابل قدر تحقیق ''غالب کے خطوط'' پانچ جلدوں پر مشتمل جن میں پانچویں جلد خطوط غالب کی تاریخ وار فہرست ہے ہندوستان کے علاوہ پاکستان سے انجمن ترقی اردو نے یکے بعد دیگرے شائع کیں۔ جلد اول و جلد دوم 1989 میں، جلد سوم 1990ء، جلد چہارم 1995ء اور جلد پنجم یعنی اشاریہ 2000ء میں منظر عام پر آئیں۔ ان جلدوں کا مطالعہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانے واقع گلشن اقبال میں کیا جاسکتا ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے خطوط کا اپنا ایک اعلیٰ مقام ہے۔ وہ شاعر ہی نہیں بلکہ ایک فلسفی، مفکر اور مسلمانوں کی نشاتِ ثانیہ کے داعی بھی ہیں۔ اقبال کی شخصیت اور ان کے علمی، ادبی، سماجی، سیاسی خدمات مسلمانوں کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ مکتوباتِ اقبال کے بے شمار مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں ان میں مرزا شیخ عطاء اللہ کا مرتب کردہ ''اقبال نامہ''، سید نذیر نیازی کا مرتب کردہ مکتوبات اقبال'' 1957ء میں منظر عام پر آیا، رفیع الدین ہاشمی اقبالیاتی تحقیق میں معروف ہی نہیں بلکہ انہیں اقبال پر مستند محقق کا درجہ حاصل ہے۔ ان کا مجموعہ ''خطوطِ اقبال'' کے عنوان سے 1976ء میں شائع ہوا، عبد اللہ شاہ ہاشمی کا مرتب کردہ مجموعہ ''مکاتیبِ اقبال بنام خان نیاز الدین خاں 2006ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر خالد ندیم کا مرتب کردہ مجموعہ 2012ء میں ''اقبالیاتی مکاتیب'' کے عنوان سے منظر عام پر آچکا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے خطوط ادبی تاریخ میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ ن م راشد، مشفق خواجہ، ڈاکٹر وزیر آغا، علامہ نیاز فتح پوری، علامہ شبلی نعمانی، سر سید احمد خان، جیل سے علی برادران کے خطوط، الطاف حسین حالیؔ، امیر مینائی، بابائے اردو مولوی عبد الحق، جگر مرادآبادی، اکبر الہٰ آبادی، عبیدا للہ سندھی کے سیاسی مکتوبات، رشید احمد صدیقی، پروین شاکر کے خطوط نظیر صدیقی کے نام، ساغر نظامی کے خطوط، نذیر احمد دہلوی، محمد حسین آزاد، رشید حسن خان کے خطوط، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کے خطوط، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے خطوط، ڈاکٹر محمود مصطفی صدیقی المعروف ابنِ فرید کے خطوط ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام، عبد الماجد دریا آبادی، ابو الاعلیٰ مودودی، سید سلیمان ندوی، غلام رسول مہر، حکیم محمد سعید شہید وغیرہ کے خطوط اردو ادب کی تاریخ میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ''سر سید احمد خان کے خطوط'' مرتبہ مولوی وحید الدین سلیم ہندوستان سے شائع ہوئے، مکتوبات آزاد (محمد حسین آزاد) مرتبہ سید جالب دہلوی، ''خطوطِ علامہ شبلی نعمانی'' مرتبہ محمد امین زبیری آگرہ سے 1910ء میں شائع ہوئے۔ بابائے اردو مولوی عبد الحق کے خطوط کے کئی مجموعے

منظر عام پر آچکے ہیں ان میں "مکتوبات بابائے اردو مولوی عبد الحق بنام پیر حسام الدین راشدی"، مکاتیب عبد الحق" مرتبہ جلیل قدوائی، شائع شدہ 1963ء، "خطوط عبد الحق" مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی، خطوط عبد الحق" مرتبہ آلِ احمد سرور 1998ء، "مولانا عبید اللہ سندھی کے سیاسی مکتوبات" محمد اسلم نے مرتب کی، معروف شاعر نظیر صدیقی نے اپنے نام موصول شدہ خطوط کا مجموعہ "نامے جو میرے نام آئے" مرتب کیا، "پروین شاکر کے خطوط نظیر صدیقی کے نام" یہ مجموعہ جاوید وارثی نے مرتب کیا جو 1997ء میں شائع ہوا، نظیر صدیقی کے نام مشفق خواجہ کے خطوط کا مجموعہ "مکتوباتِ مشفق خواجہ بنام نظیر صدیقی" خواجہ عبد الرحمٰن طارق نے مرتب کیا جو لاہور سے 2010ء میں شائع ہوا، عبد الماجد دریا آبادی نے بھی اپنے نام آئے ہوئے خطوط کا مجموعہ "خطوط ماجدی" کے نام سے مرتب کیا۔

"خطوط رشید احمد صدیقی" لطیف الزماں خان نے 1985ء میں مرتب کیا، اکبری حیدری نے اپنے نام لکھے گئے ڈاکٹر وزیر آغا کے خطوط کا مجموعہ مرتب کیا جو "وزیر آغا کے خطوط اکبر حیدری کے نام" سے شائع ہوا، "خطوطِ منشی امیر مینائی" مرتبہ محمد احسن اللہ ثاقب نے مرتب کیا جو 1910ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا، نیاز فتح پوری نے "مکتوباتِ نیاز مرتب کیا، "رقعاتِ اکبر الہ آبادی (اکبر الہ آبادی)" محمد نصیر ہمایوں نے مرتب کیا، کرشن پرشاد شاد نے "رقعاتِ شاد" مرتب کیا، خواجہ حسن نظامی کا مرتب کردہ مجموعہ ۱۹۷۰ء میں 'غدر دہلی کے گرفتار شدہ خطوط' شائع ہوا، منشی مشتاق احمد نے "خطوط جیل علی برادران" کے عنوان سے مرتب کیا، نواب محسن الملک مہدی کے خطوط کا مجموعہ محمد امین زبیری نے مرتب کیا جو "مکاتیب (نواب محسن الملک مہدی) کے عنوان سے آگرہ سے شائع ہوا، محمد اسماعیل پانی پتی نے حالیؔ کے مکاتیب کا مجموعہ "مکاتیبِ حالی" کے عنوان سے مرتب کیا جو کراچی سے 1950ء میں شائع ہوا، مفتی انتظام اللہ نے "بیگماتِ اودھ کے خطوط" مرتب کیے، "انشائے داغ (خطوط)" سید علی احسن نے مرتب کیا جو انجمن ترقی اردو نے 1941ء میں شائع کیا تھا، محمد علی عرشی نے بدر بیگم نواب واجد علی شاہ کے خطوط "رقعاتِ بدر (بدر بیگم نواب واجد علی شاہ) مرتب کیا، "جگرؔ کے خطوط" ڈاکٹر محمد اسلام نے مرتب کیا، "مکتوبات رئیس الحرار" ابو سلمان شاہجہاں پوری نے مرتب کیا، "مکتوبات حضرت امام غزالی"، مکتوبات منیر الدین احمد، "مکتوبات ساغر نظامی "فیروز مظفر نے مرتب کیا، "مکاتیب رشید حسن خان بنام رفیع الدین ہاشمی"، کلماتِ آبدار" ڈاکٹر معین الدین عقیل نے مرتب کی، مہیش پرشاد نے "مشاہیر اردو کے خطوط" مرتب کی جو ہندوستان سے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر خالد ندیم جو شعبہ اردو سرگودھا یونیورسٹی کے استاد ہیں مکاتیب کے حوالے سے ایک مستند مقام رکھتے ہیں، ان کے مرتب کردہ مجموعوں میں "ایسے ہوتے ہیں وہ نامے ترجمہ و تدوین)" 2004ء میں منظر عام پر آیا، دوسرا مجموعہ "مکاتیبِ ابنِ فرید بنام رفیع الدین ہاشمی" (حواشی و تعلیقات)، 2010ء میں شائع ہوا، "رقعات مشفق خواجہ بنام ڈاکٹر سلیم اختر اور ڈاکٹر طاہر تونسوی" (حواشی و تعلیقات) 2012ء ہی میں مرتب کیا، ڈاکٹر خالد ندیم کا مرتب کردہ مجموعہ "اقبالیاتی مکاتیب اول بنام رفیع الدین ہاشمی" (حواشی و تعلیقات) اردو کا پہلا یک موضوعی مکاتیب ہے، اس مجموعے کے جملہ خطوط کا موضوع "اقبال اور اقبالیات ہے اور مشاہیر کے ان خطوط کا مکتوب الیہ بھی ایک 'رفیع الدین ہاشمی' ہیں، یہ مجموعہ 2012ء میں شائع ہوا۔ معروف محقق رفیع الدین ہاشمی نے "مکاتیب مشفق خواجہ" کے عنوان سے مجموعہ مرتب کیا جو 2008ء میں منظر عام پر آیا۔ مکتوب نگاری کے حوالے سے مختلف جامعات کی سطح پر تحقیقی مقالات بھی لکھے گئے اور کتب بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔ ڈاکٹر لطیف اعظمی کے مقالے

''اردو مکتوب نگاری'' کا ذکر پروفیسر قمر منصور نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔ اسی طرح شاداب تبسم نے 'اردو مکتوب نگاری'' کے عنوان سے کتاب تحریر کی جو 2014 میں بھارت سے شائع ہو چکی ہے۔

ان مکتوبات کی تدوین و اشاعت کے باعث ہی خطوط میں شامل علمی مواد سے عام لوگوں کو آگاہی ہو سکی، اگر ان مکتوبات کی تدوین و اشاعت کا عمل شروع نہ ہوا ہوتا تو مکتوبات میں موجود قیمتی و نایاب معلومات کسی طور بھی سامنے نہ آسکتی تھیں۔ جس طرح کتاب نے مٹی کی تختیوں سے اپنے سفر کا آغاز کیا اور زمانے، حالات اور ترقی کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے مطبوعہ کتاب کے بعد ای بک یا برقی کتاب (E-Book) کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اسی طرح کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل کی ایجاد نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ زمانے کی اس جدید ترقی نے انسانی کام کو مہینے کے بجائے گھنٹوں ہی نہیں بلکہ منٹوں سیکنڈوں میں انجام دینے کے طریقے ایجاد کیے۔ اس جدید ترقی سے ایک جانب تیزی آئی، مشکل کی جگہ آسانی نے لے لی، وہ بات جو خط کے توسط سے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچنے میں کئی دن یا ماہ لگا کرتے تھے اب یہی کام چند سیکنڈ میں تبدیل ہونے لگا۔ خطوط لکھنا جو ایک تاریخی، روایتی اور علم و ادب کا ایک شہ پارہ تصور ہوتا تھا، ادب کی یہ صنف زیادہ متاثر ہوئی، ای۔ میل (E-Mail) نے خط کی جگہ لے لی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گھنٹو کی جگہ سیکنڈوں نے لے لی لیکن اس عمل سے زبان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا۔ رابطے کی زبان جن کی اردو تھی وہ اردو نہ رہی، جن کی انگریزی تھی وہ انگریزی نہ رہی، جن کی ہندی تھی وہ ہندی نہ رہی، اس عمل سے ایک نئی زبان نے جنم لیا یعنی اردو لکھنے والے بیچ بیچ میں انگریزی، رومن اور ہندی کے الفاظ استعمال کرنے لگے، انگریزی لکھنے والوں نے اردو کے الفاظ کا سہارا لیا، ہندی کے الفاظ شامل ہوئے الغرض بات کو مختصر اور جس طرح بھی ممکن ہو دوسرے تک پہنچانا اصل مقصد ٹھہرا۔ ادب آداب، احترام، لحاظ، مروت، تہذیب و شائستگی، رکھ رکاؤ، تکریم و تعظیم غرض اس عمل سے سب کچھ جاتا رہا۔ کچھ مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر السلام علیکم کی جگہ ASL لکھا جا رہا ہے، آپ کے مزاج کیسے ہیں کی جگہ HRU لکھ کر خیریت دریافت کی جا رہی ہے۔ ایک پیغام دیکھیں 'میں نے اس سے پہلے بھی تمہیں ایک میسیج سینٹ کیا تھا کیا تم مجھے جلد ریپلائی نہیں کر سکتے تھے'، دیگر پیغامات کی صورت کچھ اس طرح ہوتی ہے 'آج میرا من بہت اداس ہے'، تمہاری یاد آرہی ہے تم کب وزٹ کرو گے'، اردو میں انگریزی کی ملاوٹ کے ساتھ ساتھ انگریزی میں اردو کی ملاوٹ نے زبان کو عجیب و غریب بنا کر رکھ دیا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم اے کی طالبہ کا اپنے استاد کو اس طرح لکھتی ہیں۔ ASL,Sir ap kal AIOU aen ge na (السلام علیکم، سر آپ کل علامہ اقبال یونیورسٹی آئیں گے نہ) Assalam o Alekum, Sir ap aj aen ge ya nahi aiou , Sir mujhe malir sy ana hota hai is liye poch rahi hon, mujhe sirf ap k asignment chek karwane hain"_ اب دیکھئے انگریزی میں اردو کی ملاوٹ کیسے کی جا رہی ہے، یہ یو فون (U-fone) مختلف کمپنیوں کی جانب سے میل بھیجی جا رہی ہیں، انگریزی میں اردو کی آمیزش اس طرح کی جا رہی ہے۔ اس ایس ایم ایس میں خط کشیدہ الفاظ انگریزی کے استعمال کیے گئے ہیں "nay aap ko 03332142076 12:00 pm par call kiya tha. Ager aap free hen toh une ko call back ker lain", چند جملے ذیل میں درج ہیں جن میں انگریزی، اردو اور اعداد کی آمیزش کی گئی ہے۔ کیا سین ہے kya scene he راستہ کلیر ہے rasta clear he کوئی چانس نہیں ہے koi chance nahi

B 4 U -he befrore you کل ہم دونوں ملیں گے kal hum 2no milen gay کل ہم تینوں ملیں گے kal hum 3no milen gay کل ہم چاروں ملیں گے kal hum 4ron milen gay میں کل پاکستان آرہا ہوں main kal pak aaraha hon میں کل لاہور جارہا ہوں انشاء اللہ I am going 2 Lhr 2marrow, IA اسی طرح کی بے شمار مثالیں ہیں۔ انگریزی میں gud، کیوں کی جگہ qk، w8 کا مطلب ہے wait، اسی طرح دونوں no2، تینوں no3، thankx، جارہا ہوں کی جگہ jaing الفاظ کا استعمال کیا جارہا ہے۔ زبان کا کیا حشر ہو رہا ہے کسی کی اس جانب توجہ نہیں۔ یہ بھی سمجھ سے باہر ہے کہ کیا وقت بچانا مقصد ہے، جدت پیدا کرنا مقصود ہے، اپنے آپ کو نئی ایجاد کا موجد بنانا مقصد ہے یا کچھ اور؟ جدید ایجاد نے رفتار کو تو تیز سے تیز تر کر دیا ہے لیکن بہت سی خرابیاں بھی پیدا کر دی ہیں۔ خاص طور پر مکتوب نگاری یا خطوط نگاری کے فن کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ خطوط تو بنیادی معلومات یا First hand information کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ مستقبل میں کیا کچھ ہو گا اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا، خاص طور پر خطوط کا شعبہ شدید متاثر ہی نہیں ہوا بلکہ آئندہ سو پچاس سالوں میں لگتا ہے کہ مکتوبات کے مجموعے مرتب ہونا بند ہی ہو جائیں گے اس لیے کہ جب کوئی خط لکھے گا نہیں تو انہیں محفوظ کون کرے گا، کون انہیں شائع کرے گا۔ نہ خط ہوں گے نہ ہی مکتوباتی ادب تخلیق پا سکے گا۔

حوالہ جات

1. (فیروزاللغات اردو جامع؛ مرتبہ الحاج مولوی فیروز الدین مرحوم، نظر ثانی ادارہ تصنیف و تالیف فیروز سنز لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۵، صفحہ ۶۲۶
2. (فیروزاللغات اردو جامع؛ مرتبہ الحاج مولوی فیروز الدین مرحوم، نظر ثانی ادارہ تصنیف و تالیف فیروز سنز لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۵، صفحہ ۱۳۳۸
3. (ڈاکٹر سید عبداللہ؛ ''اردو خط نگاری''، مضمون مشمولہ 'نقوش'، مکاتیب نمبر، جلد اول، شمارہ ۶۵ اور ۶۶، سالِ اشاعت ۱۹۵۷، صفحہ نمبر ۱۶
4. (عبدالقوی دسنوی، مکتوب نگار فراق، من آنم کی روشنی میں، مضمون مشمولہ نقوش، شمارہ ۱۳۲، دسمبر ۱۹۸۴، صفحہ نمبر ۱۷۳
5. (ڈاکٹر مولوی عبدالحق؛ ''مقدمات مکتوبات حالی''، مرتبہ؛ ڈاکٹر عبادت بریلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، اردو بازار، جامع مسجد دہلی، جون ۱۹۷۲، صفحہ نمبر ۳۶۸
6. (ڈاکٹر سید عبداللہ؛ ''اردو خط نگاری''، مضمون مشمولہ 'نقوش'، مکاتیب نمبر، جلد اول، شمارہ ۶۵ اور ۶۶، سالِ اشاعت ۱۹۵۷، صفحہ نمبر ۱۶
7. (ڈاکٹر مولوی عبدالحق؛ ''مقدمات عبدالحق''، مرتبہ؛ ڈاکٹر عبادت بریلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، اردو بازار، جامع مسجد دہلی، جون ۱۹۷۲، صفحہ نمبر ۲۳۹
8. (ڈاکٹر سید عبداللہ؛ ''اردو خط نگاری''، مضمون مشمولہ 'نقوش'، مکاتیب نمبر، جلد اول، شمارہ ۶۵ اور ۶۶، سالِ اشاعت ۱۹۵۷، صفحہ نمبر ۲۰
9. ایضاً، صفحہ نمبر ۱۸
10. (ڈاکٹر سید عبداللہ؛ ''وجہی سے عبدالحق تک''، سالِ اشاعت ۱۹۵۷، صفحہ نمبر ۴۹۸ تا ۴۹۹
11. (ڈاکٹر انور سدید: ''مقدمہ''، 'وزیر آغا کے خطوط انور سدید کے نام'، مکتبہ فکر و خیال لاہور، سال اشاعت ۱۹۵۸، صفحہ نمبر ۸
12. ایضاً، صفحہ نمبر ۷
13. ڈاکٹر سید عبداللہ؛ ''وجہی سے عبدالحق تک''، نعمانی پریس دہلی، سالِ اشاعت ۱۹۰۷، صفحہ نمبر ۵۱۳
14. مرزا محمد منور؛ ''انشا و مکتوبات''، مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، صفحہ نمبر ۳۶۰
15. کتاب مقدس، پاکستان بائیبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۸، صفحہ نمبر ۲۰۵
16. ڈاکٹر سید عبداللہ؛ ''اردو خط نگاری''، مضمون مشمولہ 'نقوش'، مکاتیب نمبر، جلد اول، شمارہ ۶۵ اور ۶۶، سالِ اشاعت ۱۹۵۷، صفحہ نمبر ۱۷